افادیتِ محافل

★★
★★

رضوان پیپر پراڈکٹس

۱- اُردو بازار، لاہور فون نمبر ۶۵۰۳۳

اپنی محافل و مجالس کو ذکرِ علیؑ ابن ابی طالب سے زینت دو کیونکہ علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر عبادت ہے

(فرمانِ رسول)



افادیّتِ محافل

مجالس کے عوامل

از۔ حضرت مولانا الحاج سید صفدر حسین نجفی قبلہ

پرنسپل جامع المنتظر۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

رضوان پیپر پراڈکٹس اردو بازار لاہور

پیش لفظ

یہ مقالہ لائل پور میں ہونے والے امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے جلسہ میں پڑھا گیا اور طلباء نے اسے شائع کرکے مومنین میں تقسیم کیا۔ لیکن اشاعت چونکہ کم تعداد میں ہوئی تھی لہذا ضرورت محسوس کی گئی کہ اسے دوبارہ چھاپا جائے۔

خداوند عالم الحاج شیخ محمد حسین صاحب استاد اوران کے فرزندان کو جزا دے کہ انہوں نے افادہ مومنین کے لئے اسے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔

صفدر حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب سے یہ دنیا قائم ہوئی ہے اور اس کی جتنی تاریخ ہم تک پہنچی ہے
[اس] سے یہ واضح ہے کہ ہر قوم و ملت اور ہر دین و مذہب کے پیروکار اپنے دینی
[رہ]نماؤں اور دنیاوی قائدین کے دن مناتے ہیں اور ان کی یاد کو تازہ کرنے
[کے] لئے ان کی ولادت اور وفات پر محافل و مجالس منعقد کرتے رہے اور
[ک]رتے رہتے ہیں اور جس کی اہمیت ان کی نظر میں زیادہ ہوتی ہے اس کے
تذکرے کا زیادہ اہتمام اور اسے کثرت سے مناتے رہتے ہیں۔ یہی طریقہ اہل
اسلام میں بھی رائج تھا اور ہے۔

اور محبان اہل بیت اطہار بھی اس سے مستثنیٰ نہیں بلکہ ہر زمانہ میں باوجود
سختیوں اور مصیبتوں اور گوناگوں رکاوٹوں کے انہوں نے جس طرح چہاردہ معصومین
[او]ر ان سے وابستہ بزرگان دین کی یاد کو تازہ رکھا ہے اہل انصاف اگر تاریخ کا سرسری
مطالعہ کریں تو دنیا کی کسی قوم و ملت میں اس کی نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔
[با]لخصوص مجالس سید الشہداءؑ روحی وارواح العالمین لہ الفداء کو جس محبت خلوص
[او]ر جذبہ کے ساتھ ایام محرم و چہلم کے علاوہ بھی اکثر دنوں میں جس شان و شوکت اور

اہتمام سے مناتے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے اور بلا خوف تردید ببانگ دہل کہا جا سکتا ہے کہ دشمنانِ اہلِ بیت نے جتنی کوششیں اس خاندانِ عصمت کو مٹانے اور ان کی تعلیمات کو ختم کرنے کے سلسلہ میں صرف کی ہیں محبانِ اہلبیتؑ نے اس سے کہیں زیادہ ان کی یاد منانے اور تعلیمات کو منصۂ شہود پر لانے میں اہتمام وانصرام کیا۔

شکر اللہُ سعیہم وجزاھم اللہُ افضلَ واجزلَ جزاءِ المحسنین

مجالس ومحافل کے انعقاد کا مقصد:۔

ظاہر ہے کہ ان مجالس ومحافل کے انعقاد کا مقصد جہاں ان ذواتِ مقدسہ کا تعارف اور ان کی زیادہ سے زیادہ معرفت حاصل کرنا اور کرانا ہے وہاں ان کی زندگی کے مقاصد کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا بھی ہے۔ یہ کہ وہ اس دنیا میں کیوں آئے اور دنیا ان کے درپئے آزار کیوں رہی اور انہوں نے مختلف ادوار میں قید وبند دار و رسن اور بالآخر شہادت کیوں برداشت کی۔ یہ امور کسی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں۔

اہلِ بیتِ طاہرینؑ کی زندگیوں کا مقصدِ اولین بلکہ واحد مقصد خداوندِ عالم کی معرفت کرانا اور اس کے احکام اور فرامین کی تعمیل کرنا تھا جس کے لئے انہوں نے

ہر مشکل کا مردانہ وار خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور اس راہ میں انہوں نے کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھا۔

انہیں جلا وطن کیا گیا ان پر پانی بند ہوا۔ انہیں بیدردی سے شہید کیا گیا۔ ان کے خیام لوٹے گئے ان کی مستورات عصمت کی چادریں چھینی گئیں۔ انہیں بے مقنع وچادر قید کر کے دیار بدیار پھرایا گیا۔ انہیں تاریک کوٹھڑیوں میں قید کیا گیا ان کے خون سے دیواریں بنیں اور انہیں زندہ دیواروں میں چنا گیا لیکن وہ اپنے مقصد حیات سے سر مُو ادھر اُدھر نہیں ہوئے تو گویا ان کے تذکرہ اور یاد منانے کا اصل مقصد ان کی پہچان اور ان کے مقصد کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونا ہے۔

مجالس ومحافل کی اہمیت :-

اگرچہ تبلیغ دین کے ذرائع میں تالیف وتصنیف بھی ایک عمدہ ذریعہ ہے لیکن اس مادی دور میں جب لوگ دین کی طرف خاص رجحان نہیں رکھتے وہ مذہبی کتب کے پڑھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ اور پھر سب لوگ پڑھے لکھے بھی نہیں ہوتے۔ لہٰذا جتنی افادیت مجالس ومحافل سے ہو سکتی ہے وہ کتب ورسائل سے ممکن نہیں۔

اور پھر اگر کوئی شخص کتب دینی کا مطالعہ بھی کرے تو جب تک وہ دینی مطالب میں کافی مہارت حاصل نہ کر لے اس وقت تک اس کے لئے کما حقہ ان

مطالب کی تہہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ بخلاف اس کے اگر علماء دین کے موعظہ حسنہ سنے تو وہ بہت جلدی حقائقِ مذہب سے آشنا ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ علماء کرام پوری محنت و کاوش سے مطالب دینی کو واضح کریں۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو ایک عام شخص مہینوں اور سالوں کی محنت شاقہ سے کسی مذہبی موضوع کو کماحقہ نہیں سمجھ پاتا جتنا وہ کسی سلجھے ہوئے عالم دین کی ایک یا چند ایک مجالس سے مستفید ہو سکتا ہے۔

دینی علوم کا ماحصل۔

ہر وہ شخص جو مذہبی علوم سے واقف ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ تمام علوم دینی کی بازگشت اور ان کا جوہر تین چیزیں ہیں

۱۔ عقائد

۲۔ اعمال اور

۳۔ اخلاقیات

کوئی شخص کماحقہ دیندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان تین امور کو بقدر ضرورت نہ سمجھے اور ان کا علم حاصل کرنے کے بعد ان پر عمل نہ کرے۔

۱۔ عقائد کو سمجھنے کے لئے علم کلام کی ضرورت ہے جس میں اصول دین عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت اور ان کے فرعیات و جزئیات

دلائل عقلیہ و شرعیہ کی روشنی میں بحث ہوتی ہے۔

۲۔ اعمال کے سلسلہ میں علم فقہ کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ چونکہ ہر شخص کے پاس اتنا وقت اور استعداد نہیں کہ وہ تمام احکام ادلہ تفصیلی سے استنباط اور اخذ کر سکے لہذا نوع انسانی کی سہولت کے پیش نظر یہ حکم دیا گیا ہے کہ زمانہ غیبت امام علیہ السلام میں مجتہدین عظام میں سے زیادہ علم فقہ رکھنے والے جامع الشرائط شخص کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کی تقلید کی جائے۔ چونکہ ہمارے ملک میں وہ علمی ماحول ابھی تک پیدا نہیں ہو سکا جو ایران اور عراق میں ہے کہ جس میں کچھ ایسے صاحب علم و کمال ہستیاں موجود ہیں کہ جن کا اوڑھنا بچھونا علم و مسائل علمیہ ہیں جس کی بنا پر ان میں ملکہ اجتہاد بآسانی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر ممارست اور زیادہ انہماک کی وجہ سے وہ ان علوم میں منجھ جاتے ہیں اور پھر ان میں سے بعض حضرات پیہم ریاضت اور توفیق خداوندی سے ان علوم کے زیادہ ماہر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا احکام فقہیہ میں بلکہ اصول عقائد میں بھی اختلاف کی صورت میں ان اعلام کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ یہاں دنیا میں اختلاف اور آخرت میں عذاب سے بچا جا سکے۔ ہمارے ملک میں جو علماء کرام موجود ہیں وہ قابل صد احترام ہیں اور ان کی مساعی جمیلہ ممدوح اور قابل قدر ہیں لیکن نظر قاصر میں کوئی ایسی شخصیت سردست پرانے اور نئے حضرات میں نظر نہیں آتی کہ جس کا قول و نظریہ سند کی حیثیت رکھتا ہو۔ لہٰذا ان بزرگان دین سے مراجع اور مجتہدین کرام کے

فتوے، مواعظ فضائل و مصائب اہل بیت اور دیگر مذہبی امور میں استفادہ تو کیا جا سکتا ہے اور کیا جانا چاہیئے لیکن ان کے ذاتی ارشادات و نظریات اختلاف کی صورت میں قابل اعتماد نہیں ہیں۔ لہٰذا مومنین کو چاہیئے کہ وہ فقہی مسائل میں مکمل طور پر اور عقائد کے مسائل میں اختلاف کی صورت میں صرف اور صرف مراجع تقلید اور مجتہدین عظام عراق و ایران کی طرف رجوع کریں اور بس۔

باقی رہے اخلاقیات تو ان میں اچھی اور بری صفات کو سمجھنے، اچھی صفات کو اپنانے اور بری صفات سے بچنے کے لئے علم اخلاق کی طرف رجوع کیا جائے اور چونکہ ان میں کوئی معتد بہ اختلاف نہیں لہٰذا اخلاق کی مشہور کتب پڑھنے سے یہ مشکل حل ہو سکتی ہے اور اس سلسلہ میں زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ چونکہ انسان کے اعمال و کردار پر ان صفات کا زیادہ پرتو ہوتا ہے جو اس کے نفس میں ملکہ کی حیثیت پیدا کر لیتی ہیں۔ اگر اچھی صفات اس میں راسخ ہو گئیں تو اچھے اعمال کی توقع ہو سکتی ہے اور اگر بری صفات اس کے نفس پر گھر کر گئیں تو پھر اعمال صالحہ کی توقع بڑی مشکل ہے۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ اگرچہ میں اس موضوع پر کچھ لکھنے کے لئے تیار نہیں تھا چونکہ اس وقت کے حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے ہیں کہ اگر کوئی بات کی جائے اور اس سے کسی شخص کا تعلق ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر تنقید کی گئی بلکہ اس صنف کے اکثر حضرات ہی یہی فرض کرنے لگ جاتے ہیں اور اس کہی یا لکھی ہوئی بات

کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے ۔ خدا شاہد ہے کہ ان نوجوانوں کی فرمائش اصلاح حال اور دینی ذمہ داری کی بنا پر یہ سب کچھ لکھ رہا ہوں ورنہ نہ مجھے کسی ذاکر سے کوئی مخالفت ہے نہ اہلِ منبر سے نہ کسی مدرس سے اور نہ ہی قوم کے کسی فرد سے ۔

اگر میری تحریر کسی کو پسند آئے تو اس پر عمل کرے اور اگر کسی بات میں شک پیدا ہو تو اپنے مَرجع تقلید کی طرف رجوع کرے اور اگر اس کا مجتہد میری تحریر کے خلاف فتویٰ دے تو وہ فتویٰ اس کے لئے قابل عمل ہے اور مجتہد جامع الشرائط کے مقابلہ میں میرے نظریہ کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ میرا قول و عمل سند کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ میری سمجھ کے مطابق قرآن و حدیث اور فتاویٰ علماء کا نچوڑ ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ مَیں نے نتیجہ نکالنے میں کہیں غلطی کی ہو۔ اگر کسی کی سمجھ میں آئے کہ فلاں چیز مَیں نے درست نہیں لکھی تو وہ براہِ کرم مجھے مطلع کرے میں اس کا شکر گزار ہوں گا۔ اس لئے کہ مَیں اپنے نظریئے کو حرفِ آخر نہیں سمجھتا ۔ کیونکہ نہ مجھے اپنے علم پر ناز ہے اور نہ ہی عمل پر بلکہ صرف اور صرف خداوندعالم کے لطف و کرم کا بتصدق محمدؐ و آل محمد علیہم السلام متمنی ہوں ۔

موضوع یہ ہے کہ ہم جو مجالس و محافل منعقد کرتے ہیں یہ کن عوامل سے زیادہ سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہیں ۔ جو چیزیں سرِدست میرے ذہن میں آسکتی ہیں وہ پیش کر دیتا ہوں باقی اگر انہیں زیادہ با مقصد بنانے پہ قوم و ملت کے ہمدرد حضرات بلکہ قوم تل جائے تو پھر ان کے طریقے اور عوامل بھی مزید غور و فکر سے زیادہ سامنے

آ سکتے ہیں۔ جوئندہ یابندہ۔

جن حضرات کا ان اجتماعات سے تعلق ہے اور جو اس کے ارکان ہیں کہ جن میں ہر ایک کی اہمیت و ضرورت مسلّم ہے وہ چار اقسام پر منقسم ہیں۔

۱۔ علماء کرام

۲۔ ذاکرین عظام

۳۔ بانیان ذوی الاحتشام اور

۴۔ سامعین ذوی الاحترام

ظاہر ہے کہ کچھ چیزیں ان سب میں قدرِ مشترک ہیں۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مقصد کی ہم آہنگی یعنی سب کا مقصد ان اجتماعات سے ایک ہونا چاہیئے اور وہ ہے دین و مذہب کی تبلیغ و ترویج عقائد و اعمال و اخلاق کو قرآن مجید، احادیث نبویہ اور ارشاداتِ آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی روشنی میں سمجھنا ان پر عمل کرنا اور اقوام عالم کو ان سے روشناس کرانا۔

۲۔ یہ اجتماعات خدا اور رسول و آئمہ معصومین علیہم السلام کی خوشنودی۔ ان کا تقرب حاصل کرنے اور اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیئے ہونے چاہیئں۔ ان میں کسی قسم کے اغراض دنیاوی اور خواہشات نفسانی قطعی طور پر دخیل نہ ہوں کیونکہ یہ اجتماعات عبادت میں داخل ہیں اور عبادت میں خلوص و تقرب

الٰہی کے ضروری ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اگر کسی طبقہ میں اور اغراض پائے گئے تو یہ اجتماعات کم از کم اس کی نسبت سے عبادت نہیں ہوں گے اب اگرچہ ان پر بعض آثار بھی مترتب ہوں گے لیکن انہیں عبادت نہیں کہا جا سکے گا۔

۲۰۔ سب ارکان کا فرض ہے کہ وہ شعائر مذہبیہ کو قائم رکھیں۔ ان میں سے اہم ترین چیز نماز ہے۔ تمام اجتماعات میں وہ مجالس کی صورت میں ہوں یا جلوس کی شکل میں جب نماز کا وقت آ جائے تو اگر جلوس جا رہا ہے تو اسے وہیں روک دیا جائے اور پہلے سے صفوں اور پانی وغیرہ کا انتظام ہونا چاہیے اور وہیں اذان دی جائے اور پھر سب حضرات بلا استثناء وہیں نماز ادا کریں۔ اسی طرح نماز کے وقت مجلس موقوف کر کے وہیں نماز ہو تو زیادہ مفید ہوگی۔ یہ امر شرعاً اخلاقاً ہر لحاظ سے ضروری اور اہم ہے اور پھر سنت سید الشہداء کا اس میں احیاء بھی ہے اور امام مظلوم کی نماز ظہر کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے کہ آپ نے تیروں اور تلواروں کی چھاؤں میں یہ نماز ادا کی تھی۔ جہاں آپ کی اور یادیں منائی جاتی ہیں اگر یہ اہم ترین یاد منائی جائے تو ہر لحاظ سے یہ اقدام مستحسن ہوگا۔ میں پوری قوم سے اپیل کروں گا کہ وہ یہ سنت حسینی جاری کریں۔ یہ امر مذہب و ملت اپنی ذات اور آنے والی نسلوں پر ان کا احسان عظیم ہوگا۔

اب ہم ہر طبقے کے الگ الگ فرائض، ذمہ داریوں اور آداب کو بیان کرتے ہیں۔

علماء کرام کی ذمہ داریاں

۱۔ وہ یہ سمجھیں کہ ہم نے علم دین اس لئے حاصل کیا ہے کہ اس پر خود عمل کریں اور دوسرے لوگوں کو اس کی تبلیغ کریں اس کے حصول کا مقصد دولت کمانا ہرگز نہیں۔

۲۔ ان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ گفتگو مقتضائے حال کے مطابق کریں یعنی جہاں جن مطالب کے بیان کرنے کی زیادہ ضرورت ہو وہاں انہیں بیان کریں۔ یعنی خالصتاً اپنا مجمع ہے تو ایسے مطالب بیان کریں جو انکی علمی اور عملی زندگی کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اور اگر دوسرے مذاہب کے لوگ بھی شریک ہوں تو سنجیدہ طریقہ پر انہیں مذہب اہل بیت سے متعارف کرائیں۔ اپنے بنیادی اصول قرآن حدیث اور عقل کی روشنی میں مثبت انداز میں بیان کریں اور ان کے نظریات پر گفتگو طعن و طنز کے لہجہ میں نہ ہو تاکہ وہ دل برداشتہ ہو کر مجالس میں آنا ترک نہ کریں۔ بلکہ ایسے انداز میں گفتگو کی جائے کہ وہ مجالس میں آنے سے نہ گھبرائیں۔ جنہیں وہ اپنا پیشوا سمجھتے ہیں ان کے نام اس طرح لیں کہ وہ بُرا نہ منائیں۔ اور ان کے خلاف نتیجہ نکالتے وقت

شدت و سختی کو بروئے کار نہ لائیں کہ جن سے انکے جذبات ابھریں۔

۳۔ علماء کرام وہ مطالب بیان کریں کہ جن پر انہیں پورا عبور ہو اور ان کی حقانیت کا انہیں قطع و یقین ہو۔ جو مطالب خود انہیں پورے طور پر معلوم نہیں یا جنہیں وہ یقینی طور پہ یا کم از کم ظن راجح کی حد تک صحیح نہیں سمجھتے انہیں بیان نہ کریں۔ البتہ جو مطالب اصول عقائد میں شامل ہوں وہ تو صرف یقینی ہونے چاہیئں۔

۴۔ ان کا لباس اور شکل و صورت علماء جیسی ہو۔ یعنی ایسا لباس نہ ہو جو علماء کا لباس نہ سمجھا جاتا ہو اور ان کے بال انگریزی طرز کے اور داڑھی منڈی ہوئی نہ ہو۔

۵۔ ایسی حرکات جو علماء کے شایان شان نہیں یا ایسے الفاظ جو دائرہ تہذیب سے خارج ہیں یا ایسی باتیں پھبتیاں اور کہاوتیں جو مجمع کو ہنساتی تو ہوں لیکن مبلغ کی شان کے خلاف ہوں ان سے احتراز کریں بلکہ ہر لحاظ سے مذہبی ثقافت اور علمی وقار کو مد نظر رکھا جائے۔

۶۔ کسی مقرر، ذاکر، عالم اور دیگر افراد کا نام لیکر یا کنایہ و اشاروں سے توہین و تذلیل نہ کی جائے۔ کیونکہ وہ غیبت کے عنوان میں ہوگی یا افتراء و بہتان ہوگا یا کسی مرد مومن کی ہجو ہوگی اور یہ امور گناہان کبیرہ میں داخل ہیں جن کی سزا مخفی نہیں۔

۷۔ کسی آیت کی تفسیر اپنی رائے سے نہ کریں بلکہ آئمہ اہل بیت کے ارشادات کی روشنی میں ہو وہ ارشادات خصوصی طور پر اس آیت کے متعلق ہوں یا وہ عمومات ہوں کہ جن کا وہ آیت بھی مصداق بنتی ہو۔

۸۔ فضائل یا مصائب میں کوئی ایسی بات نہ کریں جس کو کسی کتاب میں خود نہ پڑھا ہو یا کسی مسلم معتمد علیہ شخصیت سے نہ سنا ہو اور دونوں صورتوں میں اس کا حوالہ دیں۔

۹۔ جو روایت کسی کتاب سے پڑھی جائے اس کے الفاظ میں ایسا تصرف نہ کریں جو اصل روایت سے اخذ نہ ہو سکتا ہو۔ مثلاً ایک روایت میں دو مطلب مذکور ہیں اور پڑھنے والا مزید دو مطالب اور اس میں گھسیڑ دے بلکہ جتنے مطالب اس میں درج ہیں صرف انہی کو بیان کیا جائے چاہے اللہ بیان کرنے والے کے اپنے ہوں۔ اسے ناول یا افسانہ کی صورت نہ بنا دیا جائے۔

۱۰۔ جو روایت اصول، مذہب، یا مسلم تاریخی حقائق کے خلاف ہو یا جس سے توہین ہادیانِ دین ہوتی ہو اس سے احتراز کیا جائے بلکہ ایسی روایت کہ جس کے سمجھنے سے عامۃ الناس عاجز ہوں اسے بھی بیان نہ کیا جائے۔

۱۱۔ عالم دین کو چاہیئے کہ مجلس قربۃ الی اللہ پڑھے اور بانیان مجلس اپنی خوشی

سے جو نذرانہ پیش کریں وہ خندہ پیشانی سے اسے قبول کرے اور بانیانِ
مجلس کے لئے وہ وبال جان نہ بنے۔ یعنی کھانے پینے اور رہنے سہنے میں
ایسی فرمائشات نہ کرے جو ان کے امکان میں نہیں یا ان کے لئے زیادہ
بوجھ کا باعث بن جائیں۔ بلکہ جو کچھ مل جائے اس پر صابر و شاکر رہے۔

۱۲۔ دوسرے علماء و ذاکرین سے حسد، بغض و کینہ نہ رکھے جتنا وقت دیا جائے
اس کے اندر رہ کر مجلس پڑھے دوسروں کا وقت نہ کھائے۔ اور اتنی دیر
مجلس پڑھے جتنی دیر سامعین خوشی سے اسے سنیں۔

۱۳۔ دعوت قبول کر لینے کی صورت میں وعدہ خلافی نہ کرے اور اگر کسی مجبوری
کی بنا پر حاضر نہیں ہو سکتا تو پھر بروقت انہیں اطلاع دے تاکہ وہ متبادل
انتظام کر سکیں۔

۱۴۔ شعار مذہبی عبادات واجبہ اخلاق حسنہ اور آداب شرعیہ و عرفیہ کی پابندی
کرے تاکہ اسے دیکھ کر باقی مومنین اس سے مذہبی امور و آداب کے
پابند بنیں۔ نہ یہ کہ وہ ان کے دین سے متنفر ہونے کا سبب بن جائے
اس کے علاوہ اور بھی کئی امور عالم دین کے لئے ضروری ہیں لیکن بنیادی
طور پر انہیں مذکور امور کی پابندی دیگر امور کی پابندی کا پیش
خیمہ ہو سکتی ہے۔

ذاکرین کرام کی ذمہ داریاں

۱۔ علاوہ ان امور کے جو علماء کے متعلق بیان ہو چکے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر چیزیں دونوں طبقوں میں مشترک ہیں ذاکرین کرام کے لیے کم ازکم یہ ضروری ہے کہ وہ بقدر ضرورت امور مذہبیہ سے واقف ہوں اور نہیں تو کم ازکم اپنے مجتہد کی مسائل کی کتب پر انہیں عبور حاصل ہو جس سے وہ نماز، روزہ، خمس و زکوٰۃ وغیرہ مسائل سے باخبر ہوں۔

۲۔ خطبہ پڑھنا یا تو ترک کردیں یا پھر کسی اہل علم سے اس کی مکمل تصحیح کرائیں تاکہ غلط خطبہ نہ پڑھیں ورنہ بعض اوقات نہ جاننے کی وجہ سے الفاظ اس طرح پڑھے جاتے ہیں کہ ان کا مفہوم کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے یا کم ازکم حرام ہوتا ہے۔

۳۔ آئمہ اہل بیت کی سوانح حیات جو اردو زبان میں معتبر علماء کے تحریر شدہ ہیں ان کا مطالعہ کریں اور انہیں سے معجزات و واقعات بیان کریں یا کسی موثق عالم دین سے سنی ہوئی بات من و عن بیان کریں۔ مصائب کے سلسلہ میں خود ساختہ کہانیاں بیان نہ کریں۔

۴۔ قصائد کے اشعار میں جن مطالب کو بیان کیا جائے وہ کسی کتاب میں جو قابل اعتبار ہو خود دیکھیں یا کسی باوثوق عالم سے سنیں۔

۵۔ ایسی باتیں نہ کہیں جس سے دوسرے مذاہب کے لوگ مشتعل ہوں اور ان کی دلآزاری کا باعث بنیں۔

۶۔ قصائد و مصائب خوش الحانی سے پڑھیں بشرطیکہ غنا کی حد تک نہ پہنچیں۔ خصوصاً فلمی گانوں کی طرز سے اجتناب کریں۔

۷۔ نماز اور روزے کی پابندی کریں۔ داڑھی نہ منڈوائیں اور سر پر انگریزی بال نہیں ہونے چاہئیں۔ بال رکھنے ہوں تو سادہ قسم کے رکھیں۔ لباس میں بھی خیال رکھا جائے۔ ایسا لباس ہو جو عرفاً شریفانہ لباس سمجھا جاتا ہو۔ کیونکہ سٹیج پر آنے والا شخص مذہب کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔

۸۔ اخلاق، کردار اور اعمال میں اسوۂ اہلِ بیتؑ کی جھلک نظر آنی چاہیے۔

۹۔ علماء کا احترام کریں۔ ان کو اپنا مدِمقابل تصور نہ کریں بلکہ ان سے شاگردوں کی طرح استفادہ کرنے کی کوشش کریں۔ ان کی موجودگی میں خلافِ اخلاق کوئی بات نہ کریں۔ ان سے الجھنے کی کوشش نہ کریں۔ ان کے سامنے مسائل پر گفتگو نہ کریں بلکہ ان سے پوچھیں وغیرہ۔

بانیان کی ذمہ داری

۱۔ مدعو حضرات علماء ہوں یا ذاکرین، ان کی رہائش اور ضروریات کا حسبِ استطاعت پورا خیال رکھیں۔

۲۔ ان سے محترم مہمانوں جیسا سلوک کریں۔ ان کے احسان مند ہوں کہ وہ ان کو

صحیح راستہ بتاتے ہیں۔ اور ان کی آخرت سنوارنے اور مدارج اخروی کے حصول کا سبب بنتے ہیں۔ وہ جو ان کی خدمت کرتے ہیں۔ قیام کے دوران یا نذرانہ کی صورت میں وہ اس ثواب اور ان انعامات کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو ان کو آخرت میں حاصل ہوں گے۔ اگر ان کی نیت خلوص پہ مبنی ہو۔

۳۔ ہر عالم اور ذاکر کی خدمت خاطر خواہ کریں اور ان سے ایسا سلوک نہ کریں کہ وہ ان سے فرمائش کر کے خدمت کرائیں یا نذرانہ طے کریں۔ جو کچھ وہ انہیں دیتے ہیں اس کا بدلہ دنیا و آخرت میں ان کو بے حساب ملے گا کیونکہ جن کے نام پہ وہ خرچ کرتے ہیں وہ کسی کا حق اپنے ذمے نہیں رہنے دیتے۔

۴۔ جس گاؤں یا شہر یا محلہ میں بانیان مجالس رہتے ہیں ان کے باشندوں سے ایسا اچھا سلوک رکھیں کہ وہ ان کی مجالس و محافل میں رخنہ اندازی نہ کرنے پائیں۔ بلکہ انھیں اس طرح اپنا گرویدہ بنائیں کہ وہ ان کا مکمل ساتھ دیں۔

۵۔ جو عالم و ذاکر ان کے پاس آئیں انہیں حالات سے باخبر رکھیں تا کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے اشتعال کا امکان ہو۔ اور اگر ان کے بتانے کے باوجود ایسا کریں تو انہیں ٹوک دیں۔

۶۔ وہ مذہبی شعائر کی پابندی کریں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور خمس وغیرہ اگر ان کے مال میں حقوق واجبہ ہیں تو انہیں ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اسے

مجالس پر خرچ کریں تاکہ پاک مال کے بدلے انہیں ثواب مل سکے۔

۷۔ نماز جماعت کا انتظام ضرور کریں تاکہ دوسرے مذاہب کے لوگ اعتراض نہ کریں۔ اور اپنے مذہب کی صحیح تبلیغ بھی ہو سکے اور وہ اس اہم واجب کے ترک کا سبب بھی نہ بنیں جہاں وہ ہزاروں روپے سید الشہداء کے نام پر خرچ کرتے ہیں وہاں اگر سو دو سو روپے نماز کے انتظام پر خرچ ہو جائیں تو کوئی زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

۸۔ ایسے ذاکر اور مقرر کو مدعو نہ کریں جو نماز نہ پڑھتا ہو یا جس کی شکل و صورت شریعت کے مطابق نہ ہو۔

۹۔ مجالس کو زیادہ بامقصد بنانے کے لئے کسی سمجھدار اہل علم سے مشورہ لیکر اہم موضوعات پر مجالس پڑھائیں۔ مثلاً اگر کسی معصوم کی ولادت یا شہادت اور مصائب بیان کریں اور اس کے علاوہ مجلس یا جلسہ ہو تو توحید، عدل، نبوت امامت، قیامت۔ نماز، روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ، خمس۔ جہاد۔ اخلاقیات۔ فضائل وحقائق مذہبیہ یا دیگر قسم کے اہم موضوعات پر تقاریر کرائیں۔ اگرچہ ابتدا میں یہ کام مشکل معلوم ہو گا لیکن اس میں کئی ایک اہم فوائد ہیں۔ مثلاً اس موضوع پر سیر حاصل بحث ہو گی۔ پڑھنے اور سننے والوں کی معلومات میں اضافہ ہو گا۔ قوم میں جو ایک جمود کی کیفیت طاری ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ پڑھنے اور سننے والوں کے اذہان کھلیں گے اور ان میں وسعت پیدا ہو گی۔ قابلیت کے

جو ہر ظاہر ہوں گے۔ مذہبی شعور زیادہ سے زیادہ پیدا ہوگا۔

سامعین حضرات کے فرائض و ذمہ داریاں

۱۔ مجالس میں شرکت کا مقصد خلوص کے ساتھ مذہبی معلومات سے آشنا اور باخبر ہونا ہو اور تعیش ذہنی نہ ہو۔

۲۔ مجلس میں بیٹھ کر خلافِ اخلاق و آداب حرکات سے اجتناب کریں۔ ایک دوسرے اور پڑھنے والے کا مذاق نہ اڑائیں۔ اور مجلس کو خراب کرنے کی کوشش نہ کریں۔

۳۔ مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے نماز ترک نہ ہونے پائے ورنہ ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

۴۔ بانیان مجلس کے لئے مشکلات پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ ان سے تعاون کریں نہ یہ کہ ان کے لئے بوجھ بن جائیں۔

۵۔ جن مجالس میں کھانے اور نیاز کا انتظام ہوتا ہے جو کچھ مل جائے اس کو کافی سمجھیں۔ بانیانِ مجلس پر اپنی شرکت کا احسان نہ جتلائیں۔

۶۔ جو لوگ مجالس کراتے ہیں اگر وہ تنہا اخراجات برداشت نہیں کر سکتے تو اس جگہ کے رہنے والے اور گرد و نواح کے مومنین ان سے مالی اور دیگر قسم کا تعاون کریں تاکہ وہ مجلس شایان شان طریقہ سے ہو سکے۔

۷۔ جو جلوس نکالے جاتے ہیں ان میں سب حضرات شرکت کریں تاکہ ماتمیوں کی
کمی کی وجہ سے جلوس بے رونق نہ ہو اور چلتے وقت ایسی حرکات یا باتیں نہ کی
جائیں جو قوم و ملت یا دین مذہب کے لئے مضر ثابت ہوں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے جو امور گذشتہ صفحات پر درج کئے ہیں ان پر عمل کرنے
اور ان کے اپنانے سے یقیناً قوم و ملت کے وقار مذہب کی تبلیغ اور معاشرہ کی اصلاح
میں خاطر خواہ مدد ملے گی۔ اور یہ چیزیں افادیت مجالس و محافل کے بہترین عوامل
قرار پائیں گے۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاتم المحدثین علامہ شیخ عباس قمی علی اللہ مقامہ
نے اس سلسلہ میں جو کچھ کتاب منتہی الآمال میں درج فرمایا ہے اسے نقل کیا جائے
فرماتے ہیں۔

"کس قدر شائستہ اور لازم ہے سلسلہ جلیلہ اہل منبر و ذاکرین مصیبت
سید مظلوم کے لئے کہ جنھوں نے دامن ہمت کمر سے باندھا ہے اور
شعائر اللہ کی تعظیم کا علم کندھے پر رکھا ہے اور انہوں نے اس عظیم عبادت
کو منظم کرنے کے لئے اپنی جانیں صرف کی ہیں کہ وہ متوجہ اور ملتفت ہوں کہ یہ عبادت
کرتی عبادت کی طرح ہے اور یہ عمل اس وقت عبادت ہوگا جب اسے
بجالاتے وقت سوائے رضائے خدا اور خوشنودی رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ
کے کوئی غرض و مقصد نظر میں نہ ہو اور جو مفاسد اس بزرگ و عظیم کام میں

عارض ہوتے ہیں ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا
نخواستہ اس عظیم عبادت میں طلب مال وجاہ کے لئے اقدام یا جھوٹ
بولنے اور خدا و حجج طاہرہ اور علماء اعلام پر افتراء و بہتان باندھنے یا غنا
میں پڑھنے یا اپنے سے پہلے بے ریش چھوکروں کو فسق و فجور والوں کے
لحن میں پڑھنے کے لئے کھڑا کرنے اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر
بلکہ اس کے صریحا منع کرنے کے باوجود منبر پر جاکر پڑھنے اور حاضرین کو
گریہ نہ کرنے کی صورت میں وانشگاف الفاظ میں اذیت و تکلیف پہنچانے
اور دعا کرتے وقت یا آنے سے پہلے باطل کی ترویج کرنے اور ایسے اشخاص
کی مدح و ثنا کرنے میں جو اس کے مستحق نہیں اور بزرگان دین کی اہانت کرنے
اور آل محمد کے اسرار کو افشاء کرنے اور فتنہ و فساد برپا کرنے اور ظالموں کی
اعانت کرنے اور مجرموں کو جرأت دلانے اور فاسقوں کو جری بنانے اور لوگوں
کی نگاہ میں گناہوں کو معمولی قرار دینے اور بطور تدلیس و ملاوٹ ایک حدیث
کو دوسری میں خلط ملط کرنے اور اپنی ناقص آراء سے تفسیر آیات قرآنی
کرنے اور اخبار اہل بیت کو باطل و فاسد معانی کے لیے نقل کرنے اور فتوی
دینے کی اہلیت نہ ہونے کے باوجود فتوی دینے (چاہے وہ حق کے مطابق
ہو یا اس کے خلاف) اور آئمہ معصومین کے مقامات کو بلند کرنے کے لئے
انبیاء اور ان کے اوصیاء کی تنقیص کرنے اور اپنی گفتگو کو زینت دینے

اور مجلس کو رونق بخشنے کے لئے کفار کے کلمات اور فسانے والی حکایات اور فاسق و فاجر لوگوں کے بُرے مطالب میں کہے ہوئے اشعار بیان کرنے اور مرثیوں کے غلط اشعار کو زبان حال سے درست کرنے اور مسائل اصول دین میں شبہات کو ان کے جوابات سے رفع کرنے کے بغیر یا جواب کی قوت نہ رکھتے ہوئے ذکر کرنے اور ضعیف اعتقاد کے مسلمانوں کے اصول دین کے پایہ کو خراب کرنے اور ایسی چیزوں کے ذکر کرنے سے جو اہل بیت نبوت کی عصمت و طہارت کے خلاف ہیں اور اغراض فاسدہ کثیرہ کے لئے مجلس کو طول دینے اور حاضرین کو نماز کی فضیلت کے اوقات سے محروم کرنے اور دیگر اس قسم کے بے شمار مفاسد میں گرفتار نہ ہو جائیں ۔۔۔ الخ

کچھ عبارت کے بعد فرماتے ہیں :۔

" یہ مطالب جو ذکر ہوئے ہیں یہ اہل منبر اور ان ہی جیسے لوگوں کی ذمہ داری سے متعلق تھے ۔ باقی رہی دوسرے لوگوں کی ذمہ داری جو اس سے بہرہ ور اور بے شمار فیوضات حاصل کرتے ہیں وہ بانی مجلس ہوں یا دوسرے لوگ جو حاضر ہوتے اور مجلس سنتے ہیں انہیں لازم ہے کہ اہلِ منبر کی اعانت، رعایت، توقیر، اکرام اور اس پر احسان و انعام کریں ۔ مال، زبان اور باقی اعضاء و جوارح سے جتنا ان سے ہو سکے

اور وہ کر سکیں اور جو کچھ ان کے ساتھ سلوک کریں وہ ہرگز اس حق کو پورا نہیں کر سکتا جو اس عمل خیر سے اہلِ منبر نے اس پر پیدا کر لیا ہے۔ کیونکہ جو کچھ وہ اس سے سلوک کریں اور جو کچھ مال دنیا میں سے اسے دیں وہ تمام کا تمام اس بہشتی لباس کے ایک تار کے برابر بھی نہیں کہ جو لباس ہزاروں کی تعداد میں اس مجلس پڑھنے والے کے توسط سے انہیں ملیں گے۔ پس جو کچھ وہ کریں کم ہے اور جو کچھ وہ دیں ہیچ ہے۔ جیسا کہ آئمہ طاہرین کی سیرت اس گروہ اور ان جیسوں کے ساتھ اسی طرح تھی۔ کچھ احادیث و آثار کی طرف رجوع کرو اور دیکھو کہ امام زین العابدینؑ نے کس طرح فرزدق شاعر کو عطیے دیئے۔ اس مشہور قصیدہ کے بعد جو اس نے پڑھا اور دیکھو اس عطیہ کو جو حضرت صادقؑ نے اشجع اسلمی کو دیا جب وہ آپ کی عیادت کے لئے آیا جبکہ صرف دو شعر پڑھے۔ آنحضرتؑ کے پاس چار سو درہم تھے جو آپ نے دیئے۔ اشجع نے تشکرانہ انداز میں لئے اور چلا گیا۔ آپ نے اس کو واپس بلایا اور اسے ایک انگوٹھی دی جس کی قیمت دس ہزار درہم تھی اور حضرت رضاؑ کا دعبل خزاعی کو زیادہ رقم اور جبہ دینے کا واقعہ۔ ایک اور روایت کے مطابق عقیق والی انگوٹھی اور خز سبز کا قمیض دینا کہ جس قمیض میں آپ نے ہزار رات ہزار ہزار رکعت نماز پڑھی تھی اور ہزار ختم

قرآن کے تھے اشہور ومعروف ہے۔

اور سید کی کتاب عزر وور دمیں منقول ہے کہ دعبل بن علی اور ابراہیم بن عباس جو ایک دوسرے کے دوست تھے۔ حضرت رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ولی عہد ہو چکے تھے۔ پہلے دعبل نے اپنا قصیدہ پڑھا اور پھر ابراہیم نے اپنا قصیدہ سنایا تو آپ نے دونوں کو بیس ہزار درہم دیئے کہ جس پر آپ کے نام کا سکہ لگا تھا۔ پھر دعبل اپنے حصہ کے آدھے درہم قم میں لے کر آیا تو اہل قم نے ان میں سے ایک ایک درہم دس دس درہموں کے مقابلہ میں خرید کیا اور دعبل کے حصے کے درہم ایک لاکھ ہو گئے۔ البتہ ابراہیم نے مرتے دم تک وہ درہم اپنے پاس رکھے۔

اور حضرت سیدالشہداء نے اس شخص کو جس نے آپ کے کسی فرزند کو سورہ حمد کی تعلیم دی تھی ہزار اشرفی اور ہزار خلعتیں عطا کیں اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا اور فرمایا کہ میرا عطیہ اس کے عطیہ کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور آپ نے اس عرب کو چار ہزار درہم دیئے جس نے آپ کی مدح میں ایک شعر کہا تھا اور پھر اس سے معذرت بھی چاہی (عباس لکھتے ہیں) اور امام موسیٰ کاظم کے حالات میں ذکر ہوگا کہ عید نوروز کے دن آپ منصور دوانقی کے حکم سے اس کی مسند پر تشریف فرما ہوئے اور لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے اور اپنی استطاعت کے مطابق ہر شخص ہدیہ

اور تحفہ لایا اور سب سے آخر میں ایک بوڑھا شخص آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس تو کوئی ہدیہ نہیں ہے سوائے تین اشعار کے جو میرے جد نے آپ کے جد بزرگوار امام حسینؑ کے مرثیہ میں کہے ہیں۔ پھر اس نے وہ تین اشعار پڑھے تو آپ نے فرمایا تیرا ہدیہ میں قبول کرتا ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔ وہ شخص بیٹھ گیا۔ آپ نے منصور کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ مال جو ہدیہ و تحفہ کے عنوان سے لایا گیا ہے اسے کیا کرتا ہے۔ منصور نے وہ تمام مال آپ کو دے دیا اور حضرت نے وہ سب مال اس بوڑھے شخص کو عطا فرمایا جس نے مرثیہ پڑھا تھا۔

مورخ ابن المسعودی رحمتہ اللہ علیہ نے مروج الذھب کتاب میں قبیلہ فزار اور یمانبلہ کی طبیعت کے سبب کے بیان میں رجوکہ عباسیوں کی سلطنت اور مردانیوں کی ہلاکت کا مقدمہ بنا) نقل کیا ہے کہ کمیت شاعر نے جب قصیدہ ہاشمیات کہا تو بصرہ میں گیا اور فرزدق کے پاس جاکر اسے وہ قصیدہ سنایا فرزدق نے اس کی تصدیق کی اور اسے تحسین کہی اور اسے اس قصیدہ کی اشاعت کا حکم دیا۔ پس کمیت مدینہ گیا اور ایک رات حضرت باقر علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور آپ کے سامنے اپنے اشعار پڑھے۔ اور جب اس نے قصیدہ شروع کیا اور مصائب کربلا کے ایک شعر تک پہنچا تو آنحضرت رونے لگے اور فرمایا اے کمیت اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس کا صلہ دیتا لیکن تیرے لئے وہ عبارت والفاظ ہیں جو رسولِ خدا نے حسان بن ثابت کے لئے کہے تھے

کہ تو اس وقت تک روح القدس سے مؤید رہے گا جب تک ہم اہل بیت کی حمایت کرتا رہا۔

پھر کمیت آپ کی بارگاہ سے نکل کر عبداللہ بن حسن کے پاس گئے اور ان کے سامنے بھی اپنے اشعار پڑھے تو عبداللہ نے کہا کہ میں نے ایک جاگیر جس میں زمین اور پانی ہے چار ہزار درہم پر خرید کی ہے اور یہ اس کا اشٹام ہے۔ اور وہ قبالہ کمیت کو دے دیا۔ کمیت کہنے لگا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں میں اگر کسی دوسرے کے لیئے اشعار کہوں تو وہ دنیا اور مال دنیا کے لیئے ہوتے ہیں لیکن خدا کی قسم آپ اہل بیت کے لئے سوائے خدا کے میری نظر میں کچھ نہیں ہوتا۔ اور میں اس چیز کے مقابلے میں جو خدا کے لئے کہی ہے مال و قیمت نہیں لیتا۔ عبداللہ نے زیادہ اصرار کیا کہ وہ قبول کرے۔ مجبوراً کمیت نے وہ قبالہ لے لیا اور چل دیئے اور پھر چند دنوں کے بعد عبداللہ کے پاس آئے اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں میں ایک حاجت لیکر آپ کے پاس آیا ہوں۔ عبداللہ نے کہا جو تمہاری حاجت ہو وہ پوری کی جائے گی اپنی حاجت بیان کرو۔ کمیت نے کہا میں چاہتا ہوں کہ یہ قبالہ لے لیجئے اور اپنی وہ جاگیر واپس کر لیں۔ پس وہ تحریر عبداللہ کے پاس رکھدی اور بالآخر، عبداللہ نے قبول کر لی۔

اسی اثناء میں جناب عبداللہ نے جو حضرت عبداللہ بن جعفر کے پوتے تھے ایک چمڑے کا پارچہ لیا اور اس کے چاروں گوشے چار بچوں کے ہاتھ تھمائے اور بنی ہاشم کے گھروں میں گردش کرنے لگے اور کہا اے بنی ہاشم یہ کمیت شاعر

ہے کہ جس نے تمہارے حق میں اشعار کہے ہیں جبکہ اور لوگوں نے تمہارے فضائل بیان کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے اور اس نے اپنا خون بنی امیہ کے سامنے بہانے کے لیے پیش کر دیا ہے۔ لہذا جتنا تم سے ممکن ہو اس سے اس کا صلہ دو۔ پس جس کے لئے جتنا ممکن تھا درہم دینار میں سے وہ اس پارچہ میں ڈالتا جاتا تھا۔ پھر اس نے ہاشمی خواتین کو بھی باخبر کیا کہ جتنا ان سے ہو سکے عطیہ دیں تو ان خواتین نے بھی جتنا ہو سکا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے زیورات تک اتار کر کمیت کے لئے دیئے اور جب وہ مال ایک لاکھ درہم کے برابر ہو گیا تو عبداللہ اس مال کو لے کر کمیت کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے ابو مستھل یہ غریبوں کی کوشش ہے اور ہم تجھ سے معذرت چاہتے ہیں چونکہ ہم اپنے دشمنوں کی حکومت کے زمانہ میں ہیں اور یہی مقدار جمع کی ہے کہ جس میں عورتوں کے زیورات بھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ پس ان سے اپنی معاش روزگار میں مدد حاصل کرو۔ کمیت نے کہا میرے ماں باپ آپ حضرات پر قربان جائیں آپ نے بہت بڑا عطیہ دیا ہے لیکن میری غرض و مقصد آپ حضرات کی مدح و ثنا میں خدا اور اس کے رسول کے علاوہ اور کچھ نہ تھی۔ لہذا میں آپ سے کوئی چیز نہ لوں گا یہ جن کا مال ہے انہیں واپس کر دیجیے۔ پھر عبداللہ نے جتنی کوشش کی کمیت نے وہ مال نہیں لیا الخ

٭ صاعد کمیت کے غلام سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں کمیت کے ساتھ حضرت باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کمیت نے آپ کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا تو حضرت نے دو دفعہ ارشاد فرمایا۔ خدایا کمیت کو بخش دے۔

اور صاعدی کہتا ہے کہ ایک دفعہ کمیت حضرت کی خدمت میں گیا تو آپ نے اسے ہزار دینار اور کچھ لباس عطا کیا۔ کمیت نے دینار تو واپس کر دیئے اور تبرک و تیمن کے طور پر لباس لے لیا۔

اور کہتا ہے کہ ایک دفعہ کمیت جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ کے در دولت پر گیا تو مخدومہ نے فرمایا، کمیت ہمارا شاعر ہے۔ اور آپ نے ستو کا ایک پیالہ بنا کر کمیت کے لئے بھیجا۔ کمیت نے وہ پی لیا۔ پھر حکم دیا کہ تیس دینار اور ایک گھوڑا کمیت کو دیا جائے۔ کمیت رونے لگا اور عرض کیا خدا کی قسم میں یہ نہیں لوں گا۔ میں آپ اہلِ بیت سے مال دنیا کے لئے دوستی اور محبت نہیں رکھتا۔ الخ

اس قسم کے واقعات بہت زیادہ ہیں۔ حقیر عرض گزار ہے کہ ان گزشتہ واقعات کو اہلِ منبر، بانیان اور سامعین غور سے پڑھیں اور حتی المقدور ان پر عمل کرنے کی کوشش فرمائیں۔ دعا ہے کہ خداوند عالم بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ تمام افراد قوم کو ہر قسم کے مصائب و آلام سے محفوظ رکھے اور انہیں اختلاف و انتشار سے بچائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

ایک ضروری گزارش

تمام موالیانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ سے درخواست ہے کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اگر زمانہ حال پر غور وفکر کریں اور حالاتِ حاضرہ کا جائزہ لیں تو انہیں صاف نظر آئے گا کہ ایک طرف تو ملحد ومنکرِ خدا مادہ پرست لادین خداپرستی دین ومذہب اور خصوصاً اسلام اور اہلِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں اگر ان کا بس چلے تو مذہب اور اہلِ مذہب کا نام ونشان تک مٹا دیں۔ اور دوسری طرف وہ نام نہاد عناصر جو حقیقت میں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ناصبی و خارجی ذہن رکھنے والے ہیں کہ جو اگرچہ سُنّی مذہب سے تعلق نہیں رکھتے لیکن انہوں نے سُنیّت کا لبادہ اوڑھ کر بھولے بھالے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف ابھارنے اور ان میں تصادم کی فضا پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیونکہ سُنی حضرات یقیناً محبت اہل بیتؑ کا دم بھرتے۔ ان کے ذکر فضائل سن کر خوش ہوتے اور ان پر وارد شدہ مصائب کے سننے سے محزون ومغموم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت نے بیسیوں کتابیں فضائل ومصائب اہلِ بیتؑ میں تالیف و تصنیف کی ہیں اور شیعان حیدر کرارؑ کے دوش بدوش مجالس ومحافل اور عزاداری سیدالشہداءؑ میں نہ یہ کہ بھرپور حصہ لیتے رہے ہیں بلکہ خود بھی عزاداری کرتے رہے

اور اب بھی کرتے رہتے ہیں ۔ دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف برصغیر پاک و ہند میں اس کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ۔ مثلاً پنجاب سابق ریاست بہاولپور، سندھ اور سرحد کے علاقہ جات میں بہت سے مقامات پر بانی مجالس اور محرم وچہلم اور دیگر کئی مخصوصیوں کے لائسنسدار اہل سنت والجماعت ہیں۔ ملتان کے استاد و شاگرد کے تعزیہ کا کس نے نام نہیں سنا۔ غالباً اتنے بڑے تعزیئے تو شاید ہی کہیں بنتے ہوں ۔ یہ حضرات اہلِ سنت ہی ہیں ۔

یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مذہب اہل سنت میں نہ یہ کہ صرف محبت و مودت اہل بیت ضروری اور لازمی ہے بلکہ اس کا اظہار انعقاد مجالس اور مراسم عزاداری کے ساتھ داخل حسنات و عبادات ہے۔

تو اس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ عزاداری کی مخالفت کرتے ہیں وہ اصل میں سنی العقیدہ مسلمان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں ان کا کھوج سنی مسلمانوں کو لگا کر ان سے انہیں اجتناب واحتراز کرنا چاہیئے ۔ اور ان کے دام تزویر سے بچنا چاہیئے۔ اور اس میں انہیں زیادہ تگ و دو کرنے کی ضرورت بھی نہیں بلکہ آسان سا گر ہے کہ جس عالم نما ملاں کو دیکھیں کہ وہ اہل بیت کا ذکر خیر نہیں کرتا یا ان کے ذکر سے چڑتا ہے اور عزاداری مظلوم کربلا نواسۂ رسول میں روڑے اٹکاتا ہے تو سمجھ لیں کہ یہ دشمن اہل بیت ہے اور اس کا سنی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے خلاف دو قسم کے دشمن شب و روز ہر حیلہ و بہانہ سے

لگے ہوئے ہیں اور ہمیں مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو اصل دین و مذہب کے ہی مخالف ہیں اور دوسرے وہ جو ظاہراً اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور ان میں تنافر پھیلانے کے مواقع فراہم کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اور یہ دونوں گروہ شیعہ سنی دونوں اسلامی فرقوں کے مشترکہ دشمن ہیں لہذا دونوں کو متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ پہلے ہمیں اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچنا ہوگا کہ ہم شیعیان حیدر کرار اور محبان آل اطہار اپنے میں کتنا اتحاد و اتفاق رکھتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں کہ ہم پست قسم کی اغراض ذاتی کی بناء پر اپنی اپنی دوکانداری چمکانے اور اپنا وقار بڑھانے کے لئے مذہب و عقائد کو آڑ بنا کر ایک دوسرے سے دست بگریباں ہیں۔

کیا مالک خلق عظیم کی امت اور آئمہ طاہرینؑ کے پیروکاروں کا یہی کردار ہونا چاہئے؟ کیا انہوں نے ہمیں یہی سبق دیا ہے؟ کیا ولی عصر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کے سامنے جب ہمارے نامہ اعمال جاتے ہوں گے تو وہ ہماری ان کارگزاریوں پہ خوش ہوتے ہونگے؟

دوستو اور بزرگو! اگر دنیا میں عزت و وقار سے رہنا چاہتے ہو۔ اگر تعلیمات آل محمد علیہم السلام سے ساری دنیا کو متعارف کرانا چاہتے ہو تو متحد و متفق ہو کر ایک دوسرے کے قریب آ کر آپس میں الفت و محبت کی فضا پیدا کر کے آگے بڑھو اور تمام دنیا کے رہنے والوں کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل پیش کرو۔ دعا ہے کہ خلاق عالم صاحبان عصمت کے صدقے تمام مومنین و مسلمین کو صلاح و فلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سید صفدر حسین نجفی